سمجھ لیجئے: "اِنّی جاعلٌ فی الارض خلیفہ" کے مطابق ہر ابنِ آدم خلیفہ ہی ہے۔ آپ کے زمانے کی دین اور سیاست کی جامع خلافت تو مدت ہوئی معدوم ہو گئی، اس کی جگہ پیشہ وروں کی بیسیوں قسم کی خلافتیں پیدا ہو گئیں۔ اس جملہ معترضہ کی معافی چاہتے ہوئے اب روئے سخن آپ کی طرف پھیرتا ہوں۔

آپ کو شاید یہ سن کر صدمہ ہو کہ آپ کا مولد بخارا کا مردم خیز شہر اب ایک ایسی قوم کے قبضے میں ہے جو اشتراکی کہلاتی ہے۔ اگر زمانہ حال کی اختراع کردہ یہ اصطلاح آپ کے لئے قابلِ فہم نہ ہو تو میں کسی قدر وضاحت کے لئے یہ عرض کردوں کہ یہ ایک نیا فلسفہ بلکہ نیا دین ہے جو مادے کو خالق اور معبود مانتا ہے جو آپ کے نزدیک ایک قسم کے عدم کے مرادف تھا۔ اور جسے اعیانِ ثابتہ یا خدا کی خلاقی ہی نیستی سے ایک قسم کی مجازی ہستی میں لاسکتی تھی۔ یہ مزدک کے دین کا احیا ہے جس سے آپ اچھی طرح واقف ہیں۔ اسکے نزدیک سب حکمت مادی حکمت ہے، ادیان و اخلاق، علوم و فنون سب پیٹ کے دھندے کے گورکھ دھندے ہیں۔

آپ کے کوئی آٹھ نو سو برس بعد ہمارے ہاں ایک شاعرِ علیم پیدا ہوا جس نے اپنا تخلص غالب رکھا لیکن اس کو زندگی سے یہ شکایت رہی ؎

ہوا نہ غلبہ میسر کبھی کسی پہ مجھے
کہ جو شریک ہے میرا شریکِ غالب ہے

اس کا ایک شعر شاید آپ کے وطن کے متعلق حسبِ حال ہو:

قفس میں مجھ کو روداد چمن کہتے نہ ڈر ہمدم
گری ہے جس پہ کل بجلی وہ میرا آشیاں کیوں ہو

لیکن آپ فرمائینگے کہ میرے حسبِ حال کیسے ہوا، میں تو قفس میں نہیں ہوں ....

...... کوئی ہزار برس ہوئے میری روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔ اب مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میں چمن میں ہوں اور آپ قفس میں سے بول رہے ہیں۔ آپ سچ فرماتے ہیں پہلا مصرعہ نہیں دوسرے کو حسبِ حال سمجھ لیجئے۔ آپ کے زمانے کے اور اکابر علما و حکما کی طرح آپ کے سوانح میں بھی ہم نے وہ کچھ پڑھا جو آسانی سے قابلِ یقین معلوم نہیں ہوتا۔ سنا ہے کہ دس برس میں آپ قرآن کریم کے حافظ ہو گئے، مشہور تفسیریں پڑھ ڈالیں عربی ادبیات پر حاوی ہو گئے اور سولہ برس کی عمر تک فلسفہ، ریاضیات، علم ہیئت اور طب سب پر عبور حاصل کر لیا۔ اگر یہ بات سچ ہے تو ہمارے زمانے کے لوگ آپ کو انسان نہیں بلکہ فوق الانسان سمجھیں گے۔ اب تو سولہ برس تک ہر طالب علم طفلِ مکتب ہی ہوتا ہے۔ شاید اس وقت علوم کی مقدار ہی اتنی کم تھی کہ غیر معمولی ذہانت اور محنت سے ایک لڑکا ہر مضمون کی ایک ایک دو دو کتابیں پڑھ ڈالتا تھا۔ اب تو کتابوں کی وہ بھرمار ہے کہ خدا کی پناہ۔ ہر مضمون کے ہر گوشے پر ہزارہا تصانیف موجود ہیں۔ اب آپ کی طرح کسی کا عالمِ کُل ہونا ناممکن ہو گیا ہے۔ اب جامعِ علوم و فنون یگانۂ روزگار پیدا نہیں ہوتے۔ اب تو مخصوصین کا دور دورہ

ہے اور تخصیص تحقیق اس کا نام ہے کہ کم سے کم چیز کے متعلق زیادہ سے زیادہ معلومات فراہم کئے جائیں۔ اب ہر عالم ایک جزو کے جزو کا عالم ہوتا ہے۔ کوئی پرِ پشّہ کا عالم، کوئی ناخنِ انگشت کا عالم۔ باقی سب چیزوں کے متعلق وہ رفتہ رفتہ جاہلِ مطلق ہوتا جاتا ہے۔ آپ نے ارسطو کی مابعد الطبیعیات کو زبانی رٹ ڈالا۔ قرآن کریم کے اکثر حافظوں کی طرح کچھ سمجھے کچھ نہ سمجھے لیکن ایک اچھی کتاب ازبر ہو گئی۔ اس کے بعد فارابی کی شرح کہیں سے آپ کے ہاتھ لگی تو اس حکیم کے کچھ نکات سمجھ میں آئے لیکن اس شرح میں فارابی کے اپنے افکار اور ذاتی تاویلات کی بھی آمیزش تھی۔ اس کے ساتھ ساتھ طبابت میں آپ نے وہ مہارت اور فراست پیدا کی کہ سترہ برس کی عمر میں سامانی بادشاہ نوح ابن منصور کو ایک خطرناک بیماری سے نجات دلائی۔ آپ کے فوق الانسان ہونے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے۔ اس زمانے میں کون بادشاہ بغرض معالجہ سترہ برس کے لونڈے کی طرف رجوع کر سکتا ہے۔ ہمارے زمانے میں تو یہ بات کسی کے وہم و گمان میں بھی نہیں آسکتی یہاں تو پچیس ۲۵ تیس ۳۰ برس کے نیم حکیم طبیب کے پاس کچھ غربا ہی تختۂ مشق بننے کے لئے حاضر ہو جاتے ہیں۔ آپ کہینگے کہ یہ فوق الانسان کی لغو اور بیہودہ اصطلاح آپ نے کہاں سے ڈھونڈی۔ گذشتہ صدی میں ایک حکیم المانوی نطشہ تھا جس کی مجذوب کی بڑ بڑی دلچسپ ہوتی تھی وہ اپنے معاصر انسانوں سے ایسا ہی بیزار ہوا جیسا آپ کے تین صدیوں کے بعد عارفِ رومی بیزار ہوا تھا، اور کہہ اٹھا تھا کہ:

از ہمرہانِ سست عناصر دلم گرفت — شیرِ خدا و رستمِ دستانم آرزوست

اس نے دیکھا کہ ہزاروں برس کے ارتقا میں بھی انسان انسان نہیں بن سکا۔ اب واپس ہو کر حیوانِ محض بننا تو مشکل ہے چلو اوپر لے انسان فوق الانسان بننے کی کوشش کی جائے مگر ہمیں تو اس کا فوق الانسان، فوق الحیوان حیوان ہی معلوم ہوتا ہے جس نے انسانیت سے تو چھٹکارا حاصل کر لیا لیکن اس سے بلند تر مقام واضح طور سے ادراک میں نہ آسکا۔ آپ کے زمانے کے حکمران ہمارے زمانے کے حکمرانوں سے کچھ بہتر ہی ہونگے جو آپ جیسے حکیم و عالم کو سلطنت میں وزیر بنانے پر بھی تیار ہو جاتے تھے۔ خوارزم و خیوہ کے حکمران بھی آپ کے قدردان ہوئے اور آپ کو معزز عہدوں پر رکھا۔ رے اور قزوین میں بھی آپ کا وقت اچھا گذرا کہیں علوم کا درس دیتے ہوئے اور کہیں شاہی ملازمت کرتے ہوئے لیکن شمس الدولہ کی وزارت میں آپ کو جو تلخ تجربہ ہوا وہ ایسا ہی تھا جیسا کہ افلاطون کو پیش آیا تھا جب اس نے یہ کوشش کی تھی کہ ایک بادشاہ کا وزیر بن کر حکمت کے مطابق اس کی سیاست کو ڈھالے۔ افلاطون بچارا گرفتار ہو کر بحری ڈاکوؤں کے ہاتھ بطور غلام فروخت ہوا۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اس سانحہ سے کوئی عبرت حاصل نہ کی اور شمس الدولہ کی وزارت قبول کر لی۔ سیاست حکمت کے ماتحت نہ آپ سے پہلے ہوئی تھی، نہ آپ کے زمانے میں ہوئی اور نہ آپ کے بعد۔ اب بھی یہی حال ہے کہ حکمت والے کسی گوشۂ گمنامی میں پڑے ہیں اور سیاست کا کھیل بے ضمیر جاہ طلب لوگ کھیلتے ہیں۔ سنا ہے کہ شمس الدولہ کے ہاں لشکری آپ کی جان کے دشمن ہو گئے اور چاہا کہ آپ معزول ہی

نہیں بلکہ مقتول ہو جائیں۔ شمس الدولہ نے جلا وطنی کا حکم دے کر آپ کی جان چھڑائی اور آپ کہیں چھپے رہے یہاں تک کہ سلطان پھر بیمار ہو کر آپ کا محتاج ہوا اور پھر آپ کو وزارت پر بحال کر دیا۔ اس کے بعد اصفہان کے حاکم نے ہمدان پر قبضہ کیا تو آپ کو کوئی تیرہ برس سکون کے ملے جس میں آپ نے علم و حکمت کا گنجِ گرانمایہ آئندہ نسلوں کیلئے جمع کیا لیکن اپنی تمام حذاقت کے باوجود جب خود بیمار ہوئے تو محض دردِ قولنج کا حملہ ساٹھ برس کی عمر کو پہنچنے سے پیشتر ہی آپ کو آخرت میں لے گیا۔ آپ کو کوئی علاج نہ سوجھا سچ ہے :

چوں قضا آید طبیب ابلہ شود۔

آپ کی دینی زندگی کی بابت جو باتیں آپ کو ہم سے زیادہ معلوم ہیں ان کو آپ کے سامنے دہرانا ایک فعلِ عبث ہے۔ آپ کہینگے کہ بھائی میرا حصہ چھوڑو، مدت ہوئی رفت و گزشت۔ کچھ یہ بتاؤ کہ ہم جو تحقیقات چھوڑ گئے تھے اس کا کیا حشر ہوا۔ اس کا مختصر جواب یہ ہے کہ آپ سے دو تین صدیاں بعد مسلمانوں پر کچھ ایسی آفت پڑی کہ تحقیق کی بجائے تقلید کو انھوں نے اپنا مذہب بنا لیا اور اس میں راسخ العقیدہ ہو گئے۔ ربِّ زدنی علما۔ نے خدا میرے علم میں مسلسل اضافہ کرتا رہ۔ یہ دعائے نبوی مسلمان بھول گئے۔ آپ نے جالینوس اور بقراط سے بہت کچھ لیا تھا لیکن پھر اس کو آزادانہ تجربے کی کسوٹی پر پرکھا تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپ نے طب کو کہیں سے کہیں پہنچا دیا۔ بعد میں اسلاف پرستی شروع ہو گئی جیسے نبوت خاتم النبیین پر ختم ہوئی تھی جیسے ہر صاحبِ کمال اب خاتم بن گیا۔ کچھ اہلِ فکر خاتم الفقہا ہو گئے اور ان کے مقلد صدیوں سے یہ رٹ لگا رہے ہیں کہ تفقّہ فی الدین میں اجتہاد کا دروازہ بند ہو گیا ہے۔ تمام علوم و فنون میں ترقی کی راہیں مسدود ہو گئیں۔ طب میں یہ ہوا کہ جب سے آپ خاتم الاطبا ہو گئے، طب کی ترقی رک گئی۔ کوئی سترھویں صدی تک مشرق و مغرب ایشیا اور فرنگ میں ہر عالم، ہر فقیہ، ہر حکیم اور ہر طبیب مقلد ہی تھا۔ یورپ میں سترھویں صدی کے آخر تک آپ ہی کی کتابیں طب کے نصاب میں پڑھائی جاتی تھیں اور آپ ہی کے نسخوں سے علاج کیا جاتا تھا مشرق کو تو اس تقلید نے سُست عناصر اور جامد بنا دیا لیکن اب کوئی تین صدیوں سے جن فرنگیوں کو آپ غبی سمجھتے تھے۔ وہ ایسے متحرک اور محقق ہو گئے کہ علم الاعضا تشریح، جراحی، کیمیا اور علم الادویہ میں بے انتہا ترقی کر گئے۔ یہ اسی انداز کے لوگ ہیں جیسے آپ تھے۔ علم کے بارے میں تقلیدِ محض کو گناہ سمجھتے ہیں۔ لیکن مشرق میں آپ کے ایسے راسخ العقیدہ مرید موجود ہیں کہ آپ کی کتاب پڑھ لینے کے بعد کسی مزید تحقیق کی ضرورت نہیں سمجھتے۔ اپنی کچھ رائے نہیں رکھتے لیکن کبھی کبھی زور زور سے یہ پکار اٹھتے ہیں :

متفق گردید رائے بوعلی با رائے من۔

ایک امر شاید آپ کے لئے باعثِ تسکین ہو کہ آپ جب سے اس دنیا سے رخصت ہوئے اس وقت سے لیکر آج تک مشرق و مغرب نے آپ کی قدردانی کی ہے۔ حال ہی میں ایران میں آپ کے جشنِ ہزار سالہ میں علمائے مشرق و مغرب نے آپ کو

خراج تحسین ادا کیا ہے - پیرس کی یونیورسٹی میں آپ کی ایک عمدہ قد آدم تصویر موجود ہے - لاطینی زبان میں آپ کی کتابوں کے ترجمے اور شرحیں موجود ہیں - تاریخ طب میں آپ کے مقام بلند کا اعتراف کیا جاتا ہے لیکن آپ کی اپنی ملت محض ثنا خواں ہی ہے - آپ کا ذوقِ تحقیق اس میں موجود نہیں ہے - معلوم نہیں کہ تقلید و جمود، اقوام کی مہلک بیماری کا کوئی مجرب علاج آپ نے تجویز کیا تھا یا نہیں - لیکن آپ کے زمانے میں یہ مرض آپ کی ملت کو لاحق نہیں تھا اس لئے ممکن ہے کہ آپ نے اس مرض کی طرف توجہ نہ کی ہو -

معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے زمانے میں صوفی بھی اچھے لوگ تھے، وسیع المشرب تھے - اور حکمتِ عقلی کے مقام سے واقف تھے - آپ کو یاد ہوگا کہ اپنے ہم عصر بو سعید ابو الخیر سے آپ کی ملاقات ہوئی تھی اور آپ جب از روئے حکمت اسرار الٰہیات کی تائید کر چکے تو اس بزرگ نے روحانی عین الیقین اور حق الیقین کا مقابلہ محض علم الیقین سے ایک مختصر سے فقرے میں بلیغ انداز میں پیش کر دیا کہ علم اور روحانی وجدان میں دانش اور بینش کا فرق ہے - فرمایا کہ: "ہر چہ تو می دانی من می بینم" - صاحبِ نظر صوفی حکیم کے مقام سے واقف تھا - اور حکیم بغیر ذوقی تجربہ کے روحانی وجدان کا قائل تھا - اب نہ آپ جیسے حکیم نظر آتے ہیں اور نہ ابو سعید جیسے صوفی - علوم و فنون میں تحقیق اور ترقی کا آفتاب اب مغرب سے طلوع ہوا ہے اگر قدیم روایت صحیح ہے تو اسے آثار قیامت سمجھئے باقی رہی روحانیت جسے آپ استدلال سے استوار کرنا چاہتے تھے وہ اب نہ شرق میں نظر آتی ہے اور نہ غرب میں البتہ مشرق میں اس کے مدعی بدستور موجود ہیں -

ہمارے شاعرِ عظیم اقبال نے آپ کا عارفِ رومی سے مقابلہ کرتے ہوئے رومی کے عرفان و وجدان کی افضلیت آپ پر ثابت کر دی :

بو علی اندر غبارِ ناقہ گم　　　دستِ رومی پردۂ محمل گرفت

عالم بالا میں اگر اس عارف حق پرست سے آپ کی ملاقات ہوئی ہو تو آپ بھی اس کی فضیلت کے قائل ہو گئے ہوں گے - لیکن ہمارا یہ حال ہے کہ اب ہم یہ خواہش رکھتے ہیں کہ رومی نہیں تو بو علی ہی پیدا ہو جائیں تا قہ حقیقت کے پیچھے تگ و دو کرنے والے تو ہوں - خواہ غبار ہی میں اٹے رہیں - شاید اس غبار ہی میں سے کوئی شہسوار نکل آئے -

---

سید عابد علی عابد

عطاملک جوینی اور تاریخ جہاں کشائے جوینی

علاءالدین عطاملک جوینی عدیم المثال مؤرخ اور بے نظیر ناظم امور ۶۲۳ ہجری میں پیدا ہوا[1] جو کچھ اس نے اپنی مشہور تاریخ کے دیباچے میں لکھا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ابھی ۲۰ سال کا بھی نہ ہوا تھا کہ امیر ارغون[2] کے دبیران خاص میں شامل ہو گیا عباس اقبال کا بیان ہے کہ ابھی اس کی عمر ۱۷ یا ۱۸ سال کی تھی کہ اس کے والد بہاءالدین نے اسے امیر ارغون کی خدمت میں پیش کر دیا کہ دبیر کے فرائض سرانجام دے ان دنوں دبیر کے فرائض کس قدر مشکل متنوع اور مقتضی علم و فضل تھے اس کا اندازہ علوم و فنون کی اس فہرست سے ہو سکتا ہے جو نظامی[3] عروضی سمرقندی نے تحصیل فن دبیری کے لئے لازم شمار کئے ہیں۔ بات یہ ہے کہ دبیری کا فن سیکھنا ہو تو انشا پردازی کے گر سیکھنے پڑتے ہیں اور ادب کا مطالعہ کرنا پڑتا ہے۔ ادب کا مطالعہ متعلقہ علوم و فنون کے مطالعے کا تقاضا کرتا ہے یوں دبیری میں کمال تو گویا اس کو حاصل ہو سکتا ہے جو اعلیٰ درجے کا انشا پرداز ادیب اور عالم ہو۔ یہ امیر ارغون جس کے خاص دبیروں میں عطاملک شامل ہو گیا تھا ۶۷۳ ہجری میں وفات پاتا ہے اور اس کا لڑکا وہ مشہور امیر توروز ہے جس کی مساعی سے غازان (ایرانی ایلخان ۶۹۴-۷۰۳) مشرف بہ اسلام ہوتا ہے۔

امیر ارغون کو دشمنوں کی تہمتوں کا جواب دینے کے لئے یا ان ممالک کی آمدنی کا حساب سمجھانے کے لئے جو اس کے تصرف میں تھے پانچ چھ بار قراقورم جانا پڑا تھا کہ منگول بادشاہوں کا دارالخلافہ تھا ان سفروں میں غالباً عطاملک ارغون کے ساتھ تھا اور یوں سمجھنا چاہیئے کہ مصنف نے ۱۰ سال کے قریب دور دراز مقامات کی سیر و سیاحت اور وہاں سکونت میں بسر کئے ہیں کیونکہ دیباچے میں اس امر کی تصریح کر دی ہے۔

[4] ازخداوندان فضل و افضال کہ عین الکمال از ساحت جلال ایشان دور باد و مبانی مکارم و معالی بہ وجود ایشان معمور سزد کہ بر رکاکت و قصور الفاظ و عبارات از راہ کرم ذیل عفو و اقالت پوشانند چہ مدت دہ سال مے شود کہ پائے دل اغتراب نہادہ است و از تحصیل اجتناب نمودہ۔

اس اقتباس سے معلوم ہوتا ہے کہ دس سال سے مؤلف مارا مارا پھر رہا ہے اور تحصیل علوم و فنون کا کوئی موقع اسے نہیں ملتا۔ ظاہر ہے کہ یہ بات امیر ارغون کی ملازمت اختیار کرنے کے بعد لکھی گئی ہے۔

---

[1] تاریخ الاسلام - ذہبی منقول از مقدمہ مصحح - تاریخ جہاں کشائے (مرتبہ علامہ قزوینی)

[2] فارس کا حاکم جو قاآن مغول کی نیابت کے فرائض انجام دیتا تھا۔

[3] فارسی ادب کی ان کلاسیکی کتابوں میں سے ہے جن کی آب و تاب با امتداد زمان گھٹتی ہے غالباً ۵۵۰ ہجری کے لگ بھگ لکھی گئی ہے۔ تاریخ ادبیات ایران شفق ۳۲۷۔ [4] تاریخ جہاں کشائے جوینی - دیباچہ صفحہ ۷۔